حکیم سنائیؒ

مترجم

(جناب انعام اللہ خاں صاحب ناصر)

ایڈیٹر روزنامہ الجمعیۃ - دہلی

افغانستان کے مشہور ادیب خلیل اللہ خلیلی نے کئی سال ہوئے حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح حیات بڑی ہی جانفشانی اور کاوش سے فارسی میں مرتب کئے تھے، انعام اللہ خاں صاحب ناصر نے جو ایک کہنہ مشق اخبار نویس اور پختہ قلم مصنف ہیں اس "محققانہ تذکرے" کو اردو کا قالب دیا اور حق یہ ہے کہ ترجمہ کا حق ادا کر دیا آج اس اہم اور مفید علمی مقالے کے حبستہ حبستہ حصّے "برہان" میں شائع کئے جا رہے ہیں،

ایڈیٹر

نام | تمام تذکرہ نگار اس بات پر متفق ہیں کہ سنائی کا نام مجدود تھا اور خود سنائی کے اقوال سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے چنانچہ حدیقے میں ایک جگہ فرماتے ہیں۔

شعر را بلفظ منظوم ۔ زاں قبل نام گشت مجدودم

دوسری جگہ فرماتے ہیں

گو ہی ایں اعتقاد مجدود است ۔ جملہ ہر گفتش آنچہ مقصود است

ایک قصیدے میں ارشاد ہوتا ہے

کے نام کہن گردد مجدود سنائی را   نو نو چو ببار آید در وصفِ تو دیواں ہا

حدیقے کے دیباچۂ منثور میں لکھا ہے کہ میں مجدود بن آدم سنائی ہوں۔ (کہ یہ دیباچہ حکیم سنائی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے) اور بعض لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ سنائی کا نام حسن تھا یہ بات کچھ بے اصل سی معلوم ہوتی ہے اول تو اس لئے کہ سنائی نے ہر جگہ اپنا نام مجدود بتایا ہے۔ دوسرے اس وجہ سے کہ ان

کے معاصرین اور بعد کے مورخین میں سے کسی نے سنائی کو حسن کے نام سے یاد نہیں کیا۔ تیسرے اس سبب سے کہ سنائی کی لوح مزار پر بلفظ مجدود لکھا ہوا ہے

کنیت | سنائی کی کنیت جیسا کہ وہ خود فرماتے ہیں اور عروضی نے چار مقالہ میں حمداللہ مستوفی نے تاریخ گزیدہ میں اور جامی نے نفحات میں لکھا ہے ابوالمجد تھی۔ چنانچہ حدیقہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں۔

ہر کہ او کشتہ طالبِ مجد است شفی او ز قول بو المجد است

تخلص سنائی تھا (سنا بمعنی نور و روشنی) حکیم صاحب نے اپنے قصائد اور مثنویات میں یہ تخلص اختیار کیا۔ اور معاصرین اور ان کے اخلاف نے انھیں اسی تخلص سے یاد کیا ایک جگہ خود فرماتے ہیں

سنائی ار تو خدا ترسی و خدائے شناس ترا | سنائی اگر تو خدا سے ڈرتا ہے اور
زمیر چہ باک و ز از شاہ چہ غم | خدا شناس ہے تو تجھے کسی امیر سے کیا خوف اور بادشاہ کی کیا پروا۔

حدیقہ میں کہا ہے:

اے سنائی چو یافتی امکان۔ بنمائی اندر ایں | اے سنائی اگر تجھے قدرت ہے تو اس کلام کو مدلل کر
سخن برہان

مختاری کہتا ہے

سنائی را صلت ہا بخش تا او ہم چناں مدحے | بپردازد کہ ہمتا نیست اندر شعر اقرانش
سنائی کو سیلے بخش تاکہ وہ بھی مدح کرے۔ فن شعر میں کوئی دوسرا اس کا حریف نہیں ہے

مولانا جلال الدین بلخی نے کہا ہے

عطار روح بود و سنائی دو چشم او | ما از پے سنائی و عطار آمدیم
عطار روح تھے اور سنائی ان کی دو آنکھیں۔ ہم ان دونوں کے بعد آئے۔

سلمان نے کہا ہے

سنائی گر مرا دیدے ز ننگ و نام کے گفتے | مسلمانی ز سلماں جوئی و درد دیں ز بو دردا

سنائی اگر مجھے دیکھتے تو شرم سے ہر گز یہ نہ کہتے ۔ کہ اسلام کی حقیقت سلمان سے معلوم کر اور دین کا درد بو دردا کے دل میں ڈھونڈ ۔

لقب سنائی اپنے زمانے میں حکیم کے لقب سے ملقب تھے ۔ جیسا کہ وہ خود فرماتے ہیں

خاک غزنی چو من نزاد حکیم　　آتشے باد خوار و آب ندیم
از ہمہ شاعران بہ اصل و بہ فرع　　من حکیم بقول صاحب شرع

غزنی کی سرزمین میں میری مانند کوئی حکیم پیدا نہیں ہوا ۔ اس آگ کی طرح جو ہوا کھاتی ہو اور پانی کو دوست رکھتی ہو ۔

تمام شعرا میں اصل اور فرع کے اعتبار سے بھی بقول صاحب شرع حکیم ہوں

جامی لطف علی بیگ ۔ آرزو شبلی صاحب خزینۃ الاولیا انھیں حکیم کے لقب سے یاد کرتے ہیں مولانا جلال الدین بلخی کبھی انھیں حکیم اور کبھی شیخ کبیر کے نام سے یاد کرتے ہیں دولت شاہ سمرقندی نے انھیں شیخ العارف کا لقب دیا ۔ امین احمد رازی نے انھیں استاذ الحکما لکھا ہے مولانا یعقوب صرخی نے انھیں اپنی تفسیر میں شیخ کا لقب دیا ۔ محمد بن علی اقام اور عبداللطیف عباسی نے حکیم سے ملقب کیا ہے ۔

مولد ان کا انھیں کے قول کے مطابق نیز باتفاق مورخین غزنی تھا ۔ ایک جگہ فرماتے ہیں ۔

گرچہ مولد مرا ز غزنین است　　نقش شعرم چو نقش ماچین است

اگرچہ میں غزنی میں پیدا ہوا ہوں ۔ لیکن میرا شعر نقش چین کی مانند دل فریب ہے

اور دوسری جگہ ایک معاصر کو مخاطب کر کے کہتے ہیں

شاد باش از من واز خود کہ اندر نظم و نثر　　نثر خراساں چو توئی زاد است نثر غزنی چو من

مجھ سے اور اپنے سے خوش رہ اس لئے کہ نہ خراسان میں تیری مانند کوئی نثر نگار پیدا ہوا اور نہ غزنی میں میری مانند کوئی شاعر

سنائی کے والد کا نام تمام مورخین کے قول کے مطابق آدم تھا ۔ حکیم کے اشعار سے بھی معلوم ہوتا ہے

کہ ان کے والد اپنے زمانے کے بزرگوں میں سے تھے۔ اور ان کا خاندان شرافت و نجابت میں ممتاز تھا سنائی نے کہا ہے

پدرے دارم از نژاد کرام　　از بزرگے کہ ہست آدم نام[1]

میرے والد ایک شریف خاندان کے فرد ہیں اور ان کا نام آدم ہے۔

حکیم ؒ حسب کارنامہ بلخ میں ثقۃ الملک سے خطاب کرتے ہوئے اپنے والد کے متعلق فرماتے ہیں کہ وہ اہل قرآن ہیں اور تمہارے واسطے اس سے بہتر وسیلہ نہیں ہو سکتا کہ اہل قرآن تمہارا دبیر اور ملازم ہو

نیست زیں بہ وسیلتے بر تو　　اہل قرآں دبیر و چاکر تو

مذکورہ بالا شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ آدم نہ صرف اپنے زمانے کے شرفاء میں شمار ہوتے تھے بلکہ علماء و دانشمندوں میں بھی انہیں محسوب کیا جاتا تھا اور وہ ثقۃ الملک جیسے وزیر کے دبیر تھے۔ سنائی نے دوسری جگہ اپنی کم آزاری اور شرافتِ نسبی پر فخر کرتے ہوئے یہ کہا کہ یہ خصلت شرافت و نجابت کا نتیجہ ہے

کم آزار و بے رنج پاکیزہ عرضم　　کہ پاک است الحمد للہ نژادم

میں کسی کو آزار نہ پہنچانے والا اور نیک خو ہوں۔ الحمد للہ کہ میری نسل شریف ہے

ایک اور قصیدے میں ممدوح کی تعریف کرتے ہوئے اپنے والد کو صفِ شعراء میں شمار کرتے ہیں اور فرماتے ہیں۔

خاصہ از جودِ تو دارد پدرم　　طوقے از منت اندر گردن

میرے والد کی گردن میں آپ کے احسان کا طوق ہے

ہمہ مہر تو نگارد بروان　　ہمہ مدح تو سر آید بہ سخن

ان کے دل میں آپ کی محبت ہے اور زبان پر آپ کی مدح

کارنامہ بلخ سے معلوم ہوتا ہے کہ آدم سلطان مسعود بن ابراہیم کے زمانے تک بقیدِ حیات تھے لیکن ان کا بڑھاپا پریشانی و تنگدستی میں گذر رہا تھا[2] ثقۃ الملک کو اپنے والد کے متعلق لکھتے ہیں۔

---

[1] کارنامہ بلخ [2] ثقۃ الملک سلطان مسعود بن ابراہیم کا وزیر تھا۔

رطب کام نیش کردہ ز عمر　　ریش چوں قلب خویش کردہ زعمر

عمر میں بہت تکلیفیں اٹھائی ہیں ۔ اور ڈاڑھی کو اپنے دل کی طرح سفید کر لیا ہے

از برائے چو تو نکو خوئے　　بد نباشد چنو دعا گوئے

آپ کی مانند ایک نیک خصلت انسان کے واسطے ایک دعا گو برا نہیں

گنج کس از سخا دژم نشود　　چوں خزینہ خدائے کم نشود

کسی کا خزانہ سخاوت سے خالی نہیں ہوتا ۔ جس طرح خدا کا خزانہ خالی نہیں ہوتا ۔

اخلاق حکیم سنائی حلقۂ صوفیا میں شامل ہو کر گویا ئی زندگی کے دروازے میں داخل ہو گئے ۔ نئی زندگی کا مقصد بنی نوع کو فائدہ پہنچانا ۔ غریبوں کو مدد دینا اور محتاجوں کی دستگیری کرنا ۔ کنج تنہائی میں بیٹھنا ۔ عشق حقیقی اختیار کرنا اور اس مادی دنیا سے تعلق توڑ کر دوسرے جہان سے ربط قائم کرنا

رستہ ز ترکیب زمان و مکان　　جستہ ز ترتیب شہور و سنین

زمان اور مکان کی ترکیب سے الگ ۔ اور ماہ وسال کی ترتیب سے جدا

پائی نہ و چرخ بزیر قدم　　دست نہ و ملک بزیر نگیں

پاؤں نہیں لیکن آسمان زیر قدم ہے ۔ ہاتھ نہیں اور ملک زیر نگیں ہے ۔

اور یہی وجہ تھی کہ سلوک میں قدم رکھنے کے بعد اُن کی تمام عمر ترک و تجرید میں گذری ۔ مخلوق کی تعریف سے زبان روک لی ترجمانی حقیقت کے سوا کوئی بات نہ کی ۔ اُمرا اور بادشاہوں کے دربار میں جانا چھوڑ دیا ۔ ضمیر کے بادشاہ کے واسطے گریبان سے تاج بنایا اور دامن سے تخت تیار کیا ۔

اے سنائی جہد کن تا بہر سلطانِ ضمیر　　از گریباں تاج سازی و ز بن دامن سریر

اے سنائی کوشش کر کہ سلطان ضمیر کے واسطے ۔ اپنے گریبان سے تاج اور دامن کے گوشے سے تخت بنا سکے

علم حقیقی کے طالب ہوئے یہاں تک کہ علم نے ان سے انھیں لے لیا ۔ عزت نفس اور بلندی ہمت کو اپنی تکیہ گاہ بنایا غلامی تن سے چھوٹ کر آقائے جان بن گئے ۔

علم کز تو ترا نہ ستاند　　جہل زاں علم بہ بود بسیار

وہ علم جو تجھ سے تجھ کو نہ لے سکے تو اس سے جہل بہت اچھا

ان کا مرتبہ یہاں تک بلند ہوا کہ محمود غزنوی کا پوتا بہرام شاہ باں ہمہ مجد و حشمت اپنی بہن کو ان کے حبالۂ عقد میں دینا چاہتا اور وہ معذرت کرتے تھے۔

اے سنائی خواجۂ جانی غلامِ تن مباش　　　خاک را چوں دوست داری پاک را دشمن مباش

اے سنائی تو خواجۂ جان ہے تن کا غلام نہ بن۔ اگر خاک (جسم) کو دوست رکھتا ہے تو پاک (روح) کا دشمن نہ بن

ایک قصیدے میں کہتے ہیں

من نہ مردِ زن و زر و جاہم　　　بہ خدا گر کنم وگر خواہم

میں زن و زر و جاہ کے طلبگاروں میں نہیں ہوں

گر تو تاجِ دہی ز احسانم　　　بہ سرِ تو کہ تاج نستانم

اگر تو احسان کا تاج بھی عطا کرے تو تیرے سر کی قسم میں اس تاج کو قبول نہ کروں

انھیں مخلوق کی تعریف سے نفرت ہو گئی تھی اور اس بات کو سخت مذموم اور معیوب سمجھتے تھے۔ کہ عزت و دولت حاصل کرنے کے لئے تملق و چاپلوسی کے طور پر خوشامد کی باتیں کی جائیں۔ بہرام شاہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اے ز من خوش مرا مکن ناخوش　　　کہ مکافاتِ آں نباشد ایں

اگر تو مجھ پر مہربان ہے تو مجھے ناخوش نہ کر۔ کہ اس کا بدلہ یہ نہیں

زین و مرکب ترا مرا بگذار　　　تا شوم ز ایں پیادہ گی فرزیں

زین اور گھوڑا تجھے مبارک رہے مجھے میرے حال پر چھوڑ تاکہ میں پیادہ سے فرزین (وزیر) بن جاؤں

شہپرِ جبرئیل مرکب اوست　　　چہ کند جبرئیل مرکب و زیں؟

اس کا مرکب شہپر جبرئیل ہے۔ اور جبرئیل کو مرکب و زین سے کیا سروکار؟

عقل نامہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں

مستا بندہ را کہ بد باشد　　　مدحِ مخلوق ذم خود باشد

بندہ کی تعریف نہ کر۔ اس لئے کہ مخلوق کی مدح اپنی مذمت ہے۔

چہ کشاید ز بینوائے چند چہ تواں خواست از گدائے چند

بے نواؤں سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے اور گداؤں سے کیا چیز طلب کی جا سکتی ہے؟

گوشہ گیری اور قناعت کو ہر چیز پر ترجیح دیتے تھے۔ نااہلوں کی صحبت سے بھاگتے تھے۔ ان کی ہمتِ عالی کے سامنے یہ مادّی دنیا کوئی قدر و قیمت نہیں رکھتی تھی۔ چنانچہ فرماتے ہیں

خلق را جملہ صورتی انگار ہیچ از ہیچ خلق طمع مدار

مخلوق کو محض صورت سمجھ۔ کسی سے کسی چیز کی امید نہ رکھ

زحمت خود ز اہل عصر بکاہ ہر چہ خواہی ز خالقِ خود خواہ [2]

اہل عصر کو کوئی تکلیف نہ دے۔ جو کچھ طلب کرنا ہو اپنے خالق سے طلب کر

چوں سنائی نوال او خوشتر [3] بخشش بے زوال او خوشتر

اگر تجھے لینا ہے تو اس کی بخشش کا لینا اچھا۔ اور اسی کی بخششِ بے زوال اچھی۔

بختِ من زاں چنیں نژند افتاد کہ مرا ہمتِ بلند افتاد [4]

میرا نصیب اس لئے خراب ہے۔ کہ میری ہمت بلند واقع ہوئی ہے

دست در رشتۂ حقایق زن پائے بر صحبت خلائق زن [5]

حقائق کی جستجو کر۔ اور صحبتِ خلق سے کنارہ کر

سنائی ریاکاری اور ان علمائے ریاکار سے سخت بے زار تھے جو علم کو اپنی اغراضِ شخصی کی پیش برد اور دوسروں کی ایذا رسانی کا ذریعہ بناتے ہیں ایک قصیدے میں فرماتے ہیں۔

عالمت خفتہ است و تو خفتہ خفتہ را خفتہ کے کند بیدار

تیری دنیا بھی سو رہی ہے اور تو بھی سو رہا ہے۔ سوتے ہوئے کو سویا ہوا کب جگا سکتا ہے

غول باشد نہ عالم آنکہ ازو بشنوی گفت و نشنوی کردار

---

[1] حدیقہ [2] عقل نامہ [3] کارنامہ [4] طریق التحقیق

وہ شخص عزل بیابانی ہے عالم نہیں۔ جو گفتار رکھتا ہو اور کردار نہ رکھتا ہو۔

نہ بداں لعنت است بر ابلیس   کہ نداند ہمے یمین ز یسار

شیطان پر لعنت اس وجہ سے نہیں کہ وہ دائیں بائیں کو نہیں جانتا

بل بداں لعنت است کاندر دیں   علم داند بعلم نکند کار

بلکہ لعنت اس وجہ سے ہے کہ وہ اپنے علم کے مطابق عمل نہیں کرتا

اور یا اس بیت میں

حسرت آں را کہ بود کز دخمہ زی دوزخ برند   حسرت آں را کش بدوزخ از سر منبر برند

حسرت اس کو نہیں ہوسکتی جسے قبرستان سے دوزخ کی طرف لے جائیں حسرت اس کو ہوتی ہے جسے منبر سے دوزخ کی طرف لے جائیں

اور پھر اس شعر میں

چو علت است خدمت کن چو دانایاں کہ زشت آید   گرفتہ چینیاں احرام وخفتہ مکی در بطحا

اگر تجھے علم ہے تو داناؤں کی طرح خدمت کر۔ یہ بات اچھی نہیں معلوم ہوتی کہ چینی تو احرام باندھے ہوں اور مکہ کا باشندہ سو رہا ہو۔

سنائی کا شمار شعرائے اجتماعی میں ہوتا ہے۔ اس لئے کہ وہ تمام مسلمانوں کو بہ نگاہ مساوات دیکھتے تھے اور تمام انسانوں کو (بندہ گان یک داغ ومیوۂ یک باغ) جانتے تھے۔ تفرقہ انگیزی اور دورنگی سے انھیں سخت نفرت تھی۔

تو کئی گر کسے فگندۂ اوست   باہمہ عیب بندہ بندۂ اوست

اگر کسی کو اس نے پست کر دیا ہے تو تجھے کیا؟ تمام عیبوں کے باوجود بندہ اسی کا بندہ رہتا ہے۔

چند تفسیر بے بیاں کردن   چند تکفیر بندگاں کردن

بیان کے بغیر تفسیر کب تک کرے گا۔ اور کب تک بندگان خدا کو کافر ٹھہرائے گا۔

گر دلت را ز دانشے بودے   از دو رنگی فراغتے بودے

اگر تیرے دل میں دانش ہوتی تو۔ دورنگی سے پاک ہوتا۔

ہمہ در بندگی یک داغند   ہمہ گان میوہ ہائے یک باغند

سب ایک ہی آقا کے غلام ہیں اور سب ایک ہی باغ کے میوے ہیں۔

حدیقہ میں امام اعظم اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما کی منقبت سے فارغ ہو کر دونوں مذہب کے پیروؤں کو اتحاد کی دعوت دیتے ہیں اور تلقین کرتے ہیں کہ جزئیات کی بناء پر باہم نفاق اور بے گانگی پیدا نہ کریں۔ سنائی دائرۂ حیاتِ سیاسی کے اندر داخل نہ ہونے اور بادشاہوں کے درباروں میں بکثرت آمد و رفت رکھنے کے باوجود کمزوروں اور مظلوموں کی طرفداری کرتے تھے اور اپنے زمانے کے امراء کو عدل و انصاف کا درس دیتے تھے۔ حدیقہ میں فرماتے ہیں

خوش بود خاصہ از جہانگیراں — رحمت طفل و حرمت پیراں

بچوں پر مہربانی اور بزرگوں کی تعظیم اچھی ہے اور بادشاہوں کے لئے خصوصیت سے زیادہ اچھی

ہست نزد خدای و خلق اے شاہ — شکر نعمت قبول عذر گناہ

اے بادشاہ خدا اور خلق کے نزدیک۔ گناہ کا عذر قبول کرنا ہی شکر نعمت بجالانا ہے

چوں بہ از خلقت آفرید خدای — تو بہ از خلق بندگیش نمای

چوں کہ خدا نے تجھے خلقت میں بہتر پیدا کیا ہے اس لئے تو خلق سے بہتر اس کی بندگی کر

طالبِ شاہ عادل است جہاں — تو عدالت کن و جہان بستاں

جہان منصف بادشاہ کا طالب ہے۔ تو انصاف کر اور جہان کو تسخیر کرلے

عدل کن ز آنکہ در ولایت دل — در پیغمبری زند عادل

انصاف کر کہ دل کی ولایت میں منصف پیغمبری کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے

اے بسا رایت عدو شکناں — ریز ریز از دعائے بیوہ زناں

دشمنوں پر غالب آنے والوں کے جھنڈے۔ بیوہ عورتوں کی بد دعاؤں سے پارہ پارہ ہوگئے

آنچہ یک پیرہ زن کند بہ سحر — نکند صد ہزار تیر و تبر

صبح کے وقت ایک بوڑھیا جو کچھ کرسکتی ہے۔ وہ ایک لاکھ تیر و تبر بھی نہیں کرسکتے

و آنچہ در نیم شب کند زالے — نکند چوں تو خسروے سالے

ایک بوڑھیا جو کچھ رات بھر میں کرسکتی ہے۔ وہ تجھ ایسا بادشاہ سال بھر میں بھی نہیں کرسکتا۔

سنائی کی نظر میں دنیا کے ٹھاٹھ اور ظاہری تجمل کی کوئی حقیقت نہ تھی، ان کا خیال تھا کہ بزرگی اور حشمت انسان کو فروتن اور متواضع بناتی ہے اور خود پرستی اور خود ستائی کے خیال کو اُس کے پاس بھی نہیں پھٹکنے دیتی۔

دولت آں را مداں کہ داوندت بیش از ابنائے جنس استظہار

اس کو دولت نہ سمجھ کہ تجھے دوسروں سے زیادہ شان و شوکت دی گئی ہے

تا ترا مایۂ دولت است نئی در جہانِ خدائے دولت یار

جب تک تو زر کو دولت سمجھتا رہے گا۔ اس وقت تک جہان میں سنجیدہ نہ ہوگا

چوں ترا از تو پاک بستاند دولت آں دولت است و کار آں کار

دولت اور کام وہی ہے جو تجھ کو تجھ سے لے سکے

ملکِ دنیا مجو و حکمت جو زانکہ ایں اندک است و آں بسیار

دنیا کا ملک طلب نہ کر حکمت ڈھونڈ۔ اس لئے کہ یہ تھوڑا ہے اور حکمت بہت ہے

سنائی کا خیال ہے کہ شاہ راہِ حقیقت کو ظاہری وسائل سے طے نہیں کیا جاسکتا اور بے درد لوگ طریقت کی منزلِ مقصود کو نہیں پہنچ سکتے اس کے لئے درد کو رہنما اور سوز و گداز کو رفیق طریق بنانے کی ضرورت ہے۔

کے تواں آمد براہ حق ز راہ حلق و خلق درد باید خلق سوز و حلق دوز و حق گداز

حلق و خلق کے راستے سے منزلِ حق نہیں ملتی۔ اس کے لئے خلق سوز، حلق دوز اور حق گداز درد کی ضرورت ہے

عقل نامہ میں عارفوں کی تعریف کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

تا نباشند عاشق جاں باز درمیاں کے نہند با او راز

جب تک عاشق جان پر نہیں کھیلتے۔ محبوب ان کو راز دار نہیں بناتے۔

سوزِ دل ہاست شمع ایں مجلس آہ و درد است محرم و مونس

اس مجلس کی شمع سوزِ دل ہے۔ اور آہ و درد محرم اور مونس ہیں۔

عاشقاں از جگر کباب خورند　　　و ز زخمِ دیدہ خوں چو آب خورند

عاشق جگر کے کباب کھاتے ہیں۔ اور آنکھوں کے زخم سے خون پانی کی طرح پیتے ہیں۔

در خراباتِ عشق مردانند　　　کہ زمیں چوں فلک بگردانند

میخانۂ عشق میں ایسے امیسے لوگ ہیں جو زمین کو آسمان کی طرح گردش دے دیں۔

اور یہ درد بھی پوشیدہ اور مخفی ہو ظاہر اور بدیہی نہ ہو

از برائے غیرتِ معشوق در شہرِ ضمیر　　　اے دریغا ہائے خون آلود پنہاں داشتن

محبوب کی غیرت کے خیال سے دل کے شہر میں۔ خون آلود آہ کو پوشیدہ رکھنا پڑتا ہے

مذہب　سنائی مذہب اہل سنت رکھتے تھے جنہوں نے اس کے خلاف سمجھا ہے انھیں کچھ غلط فہمی ہوئی۔ اس لئے کہ اول تو سنائی نے حدیقہ اور اپنے تمام قصائد اور مثنویات میں خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مدح و منقبت کی ہے۔ دوسرے خلفاء کے درمیان مذہب اہل سنت کے مطابق مدارج کی ترتیب ملحوظ رکھی ہے یعنی اول حضرت صدیق اکبرؓ اس کے بعد حضرت فاروق اعظمؓ اس کے بعد حضرت عثمانؓ اس کے بعد حضرت علیؓ (رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین) کی مدح کی ہے چنانچہ اپنے مکتوبِ منثور میں جو بہرام شاہ کے نام لکھا ہے ظاہر پرستوں کے اعتراض کو دفع کرتے ہوئے مدح صحابہ کے مسئلے کو اپنے دعوے کے ثبوت میں بطور دلیل پیش کرتے ہیں مکتوب مذکور میں لکھا ہے کہ "میگویند کہ آل مروان کی مذمت کی اور امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کی فضیلت پر گردیدہ ہے وہ یہ نہیں دیکھتے کہ ان کو صدیق اکبرؓ کے بعد بلکہ فاروق اعظمؓ اور ذی النورینؓ کے بعد رتبہ دیا۔ جیسا کہ دوسرے ائمہ سلف نے دیا۔ تیسرے حکیم سنائی ابو یعقوب یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ جو مشہور صوفی اور خواجہ بہاء الحق نقشبندؒ کے پیر طریقت تھے۔ چوتھے سنائی نے ابو حنیفہ اور شافعی رحمۃ اللہ علیہما کی تعریف کی اور ان کے مذہب کو مذہبِ حق کہا۔ ابو حنیفہ کی تعریف میں کہتے ہیں۔

دین چو بگذشت از ایں جواں مرداں　　　خلق در دین شدند سرگرداں

جو ب دین ان جواں مردوں سے گذر گیا۔ تو مخلوق دین سے سرگرداں ہوگئی۔

ہمہ را باز رائے نعمانی آشتی داد با مسلمانی

سب کو نعمانی کی رائے نے۔ پھر اسلام کی راہ دکھائی۔

بود در زیر گنبد ارزق حجتِ صدق در محبت حق

بو حنیفہ اسی گنبد نیلگوں کے تلے۔ حق کی محبت میں برہان صداقت تھے۔

بر روانش ز ما درود و سلام باد ہم حشر کن بدار سلام

ان کی روح پر میری طرف سے درود اور سلام ہو۔ اور خدا جنت میں میرا حشر ان کے ساتھ کرے

امام شافعیؒ کی تعریف میں فرماتے ہیں

بود در راہِ دیں امام بحق کہ امامت ورا سزد مطلق

دین کی راہ میں امام برحق تھے منصب امامت مطلق انہی کو زیبا ہے

دین از او یافت زینت و رونق در تبع متفق شدند فرق

دین نے ان سے زینت اور رونق پائی۔ ان کے اتباع میں مختلف گروہ متفق ہوگئے

پانچویں۔ اپنے قصائد میں چند مقامات پر اس مسئلے کی طرف اشارہ کیا ہے

ز چار سوی ملامت بشاہراہ نجات چہار یار پیغمبر بسند راہبرم

ملامت کی چار اطراف سے الگ۔ نجات کی شاہراہ میں پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چار یار میری رہنمائی کے لئے کافی ہیں

دوسری جگہ فرماتے ہیں

سنّی دین دار شو تا زندہ مانی زانکہ ہست ہرچہ جز دیں مردگی و ہرچہ جز سنت حزن

سنی دیندار بن جا تاکہ زندہ رہ سکے۔ اس لئے کہ دین کے سوا جو کچھ ہے مردگی ہے اور سنت کے سوا جو کچھ ہے غم ہے

ایک اور مقام میں فرماتے ہیں

دیدہ در چشم سنائی چوں سنانے باد تیز گر زمانے زندگی خواہد سنائی بے سنن

سنائی کے حلقہ چشم میں ڈھیلے سنان کی طرح تیز ہو جائیں اگر وہ سنت کے بغیر ایک لمحہ بھی زندہ رہنے کی خواہش کرے